Session: 2020-21

KNOWLEDGE SERIES-I

اثباتی عمل: معنی و مفہوم

(Affirmative Actions: Meaning)

(For Academic and Knowledge Dissemination Purpose Only)

Prepared by

Dr. Mohd Kareem

Research Assistant, ACSSEIP, MANUU

Al Beruni Centre for the Study of Social Exclusion and Inclusive Policy

Maulana Azad National Urdu University,

Gachibowli, Hyderabad-500032

اثباتی عمل: معنی ومفہوم

تمہید:

اثباتی عمل اور مثبت کارروائی کے اصطلاحوں سے مراد وہ تدابیر ہیں جو نسل یا جنس کو مدّنظر رکھتے ہوئے یکساں مواقع ,نسلی یا دوسرے قسم کی رنگارنگی کو بڑھوتری دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ایسی تدابیر ملازمت اور تعلیم سے لے کر عوامی معاہدوں اور صحتی نظام العمل پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔اثباتی عمل کے دو خاص رُخ ہیں۔ایک یہ کہ سماج کے سارے سطحوں پہ اس کے فرضی فوائد کے ساتھ تنوع کو بڑھایا جائے۔اور ایسے ادراک کئے ہوئے نقصانات جو عیاں، اداری یا غیر رضا کارانہ امتیاز کی وجہ سے ہو،ان کی تلافی کرنا ہے۔

ہندوستان میں ذات کا مسئلہ کیا ہے؟ مسئلہ ذات کو اکثر اداراتی مماثلتوں کی بنیاد پر موازنہ کیا جاتا ہے۔کیونکہ ایسے امروں کی وجہ سے وہ سماجی بنیاد وجود میں آجاتی ہے،جس پہ دوملکوں کی اثباتی عمل قائم ہے۔اصل باشندوں کے ساتھ مخصوص طبقے کے لوگوں جیسے SC, ST،اقلیت اور خواتین، پر استحصال اور ظلم کرنا دورِ حاضر میں ایک عالمی رجحان بن گیا ہے۔اثباتی عمل کا نظریہ دورِ حاضر میں بھی کم سمجھا جانے والا موضوع اور دنیا بھر میں زیادہ بحث ہونے والا سیاسی فلسفہ ہے۔اس عمل پہ مشہور حامیوں کے درمیان بھی اس بات پہ اختلاف ہے کہ کس طرح اثباتی عمل صحیح طریقہ سے لاگو کیا جائے۔اسطرح بیان کئے گئے بحث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان میں اثباتی عمل اور موازنہ تدابیر اثباتی عمل پر مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تحقیق کا مقصد یہ ہے کہ دونوں نظاموں کا موازنہ تنقیدی جائزہ اور تشخیص کرنے کے بعد رائے زنی کی جائے اور ہندوستان کے لیے سب سے بہترین نمونہ پیش کیا جائے۔

ہندوستان میں سب سے پہلے پسماندہ ذاتوں کے لئے برطانوی حکمرانوں نے بہتری کے تدابیر پیش کئے۔کیونکہ وہ پسماندہ طبقوں کو ترقی یافتہ بنا کے انڈین نیشنل کانگریس کی پیش رفت کو اثر انداز کرنا چاہتے تھے۔برطانوی حکمران اس امید کے سہارے چلتے تھے کہ اگر ہم کسی خاص گروہ کو اپنائے اور فائدہ بخشے تو وہ لوگوں کے درمیان نفاق ڈال کے کافی عرصے کے لئے حکومت کر سکتے ہیں۔آئندہ سالوں میں ریاستی اور قومی سطحوں پر ریزرویشن سے متعلق تدابیر، سیاسی لڑائیوں کا موضوع بن جائیں گے۔ ہندوستان کے پاس مناسب حصے کی بنیاد پر اثباتی عمل کا پروگرام ہے جس کو ہم ریزرویشن کا نظام کہتے ہیں۔

اثباتی عمل ایک ایسی تدبیر ہے جس میں فرد کا رنگ ,نسل، جنس، مذہب اور قومی بنیاد کو مدنظر رکھتے ہوئے، سماج کے ذہرالتوا حصے کو زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کئے جاتے ہیں۔کاروباری اور حکومتی ادارے کمپنیوں، اداروں اور سماج کے دیگر مراحلوں میں لوگوں کی تعداد بڑھانے کے لئے اثباتی عمل کو قائم کرنے پر ذور دیتے ہیں۔یہ تدبیر مردم شماری پر دھیان دیتی ہے جسکا تاریخ کی حیثیت سے، رہنمائی، پیشہ ورانہ کردار اور عملی صورت حال میں بہت کم نمائندگی حاصل ہے۔اس کو اکثر خاص گروہوں کے خلاف تاریخی امتیاز برتنے کا ذریعہ بھی سمجھا جاتا ہے۔

امداد کی شکل اختیار کر کے ایسی تبدیلیوں کو بڑھاوا دیا جائے جن سے ذہرالتواء گروہوں کے مواقع فراہمی کے امکانات بڑھا سکتے ہیں۔جس میں

سرمایہ، وظیفہ اور دیگر مالی امداد شامل ہے جس کے ذریعے بیان کئے گئے آبادی کے حصوں کو تعلیم کی رسائی حاصل ہو سکے۔ مختلف امیدواروں کی ملازمت میں شمولیت کے لئے ملازمت کے طریقے کو تشکیل دیا جا سکتا ہے۔

حکومتی ایجنسیاں کمپنیوں اور اداروں کو ہدایت دے سکتی ہیں کہ وہ کم از کم فیصد کے ساتھ تقرریاں کریں جس میں مختلف نسلوں، صنعتوں اور ثقافتوں سے قابل پیشے وار ماہرین ہو۔ ایسی ضروریات کو پورا کرنے میں ناکام اداروں کو سرکاری امداد لینے یا سرکاری معاہدوں کے لیے مقابلوں میں شرکت سے نااہل قرار دیے جائے۔

ہندوستان میں ذات اور امریکہ میں نسل کا اکثر موازنہ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہی زمرے سماج کی وہ بنیاد بنا دیتے ہیں جس پر دونوں ممالک میں اثباتی عمل کے پروگرام مبنی ہیں۔ جبکہ ذات یا نسل کی بنیاد پہ تقسیم شدہ سماج کے لئے علم افادہ اور امتیازیت ایک جیسے نتائج پیش کرتی ہے۔ اسلئے کہ دونوں نظاموں کے درمیان فرق کو سمجھنا ضروری ہے۔ اگر نسل ایک قسم کی نسبت یا رنگ پر مبنی تفاوت کا نظام ہے تو ذات بھی ایک اہم قسم کی غیر نسبت یا غیر رنگ پر مبنی تفاوت کا نظام ہے۔ (چمڑی، رنگ اور ذات کے درمیان واضح تعلق کے بارے میں مزید تفصیلات کے لئے Deshpande and Darity,2003 کو دیکھئے) بنیادی طور پر ذات پات برصغیر ہند میں موجود ہے لیکن ایشیاء افریقہ اور یورپ کے بڑے حصوں میں بھی غیر رنگ پر مبنی تفاوت کی کئی ساری مثالیں موجود ہیں۔

کالج میں داخلے سے متعلق بہت سے امریکن مثبت کاروائی کے معاملے پر دو رائے رکھتے ہیں۔ ایک طرف وہ تسلیم کرتے ہیں کہ امریکہ کی نسلی امتیاز کی انتہائی ناپسندیدہ تاریخ ہے جس پر متوجہ ہونے کی سخت ضرورت ہے اور دوسری طرف وہ اس بات پر بھی بھروسہ کرتے ہیں کہ جب کالج کی وجہ سے مختلف پس منظر کے لوگ ایک جگہ پہ جمع ہو جاتے ہیں اس وقت تمام طلباء کو زیادہ معاشرتی فوائد سیکھنے کو ملتے ہیں۔

امریکی سماج میں مثبت کاروائی کے تدابیر وہ ہیں جن میں کوئی ادارہ یا تنظیم امریکی معاشرے میں تاریخی طور پر اخراجی گروہوں کو سرگرمی سے بہتر مواقع فراہمی میں مشغول کرتا ہے۔ مثبت عمل کی تدابیر اکثر روزگار اور تعلیم پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ اعلیٰ تعلیمی اداروں میں مثبت کاروائی ان داخلی تدابیر سے مراد ہے جو تاریخی طور پر اخراجی گروہوں یا زیر التواء گروہوں، مثال کے طور پر خواتین یا اقلیتیں، کو تعلیم تک یکساں رسائی فراہم کرتی ہے۔ مثبت عمل کے پروگراموں کی آئینی حیثیت سے متعلق اختلاف رائے قائم ہونے کی وجہ سے یہ موضوع ایک پُر جوش بحث بن کے رہ گئی ہے۔

اثباتی عمل کا پس منظر:

اثباتی عمل 1960 کی دہائی کے سیول حقوق تحریک کا نتیجہ ہے جسکا ارادہ تعلیم اور روزگار میں اقلیتی گروہوں اور خواتین کے لئے برابر مواقع فراہم کرنا تھا۔ 1961 میں صدر کینڈی پہلے شخص تھے جنہوں نے اثباتی عمل کی اصطلاح کو صیغہ انتظامی کے حکم نامے میں استعمال کیا جس نے سرکاری ٹھیکیداروں

کو ہدایت دی کہ درخواست دہندگان کی ملازمت کو یقینی بنانے کے لئے مثبت کاروائی کی جائے اور ملازمین کو ملازمت کے دوران انکی نسل، عقیدہ، رنگ اور قومی بنیاد دیکھے بغیر سلوک کیا جائے۔ صیغہ انتظامی کے حکم نامے نے صدر کی مسابقتی روزگار مواقع والی کمیٹی کو بھی قائم کیا جسے اب یکساں روزگار مواقع کمیشن (Equal Employement opportunity Commission EEOC) کے طور پر جانا جاتا ہے۔

اثباتی عمل کے تدابیر پہلے پہلے افریقی نسل کے امریکیوں کے روزگار اور تعلیم کے مواقع کو بہتر بنانے پر توجہ مرکوز کیا۔ 1954 میں سپریم کورٹ کے براون بمقابلہ بورڈ برائے تعلیم (Brown v. Board of Education) کے فیصلے میں اسکولی علیحدگی پر پابندی اور 1964 کے سوشل رائٹس ایکٹ کی وجہ سے افریکی امریکیوں کی زندگی کے امکانات بہتر ہوگئے۔ حالانکہ 1965 میں ملک بھر میں صرف پانچ فیصد انڈر گریجویٹ طلباء ایک فیصد قانون کے طلباء اور دو فیصد طبی طلباء آفریکہ امریکن میں سے تھے۔ صدر لنڈن جانسن جو کہا ثباتی عمل کے پیروں کار تھے، نے 1965 میں ایک صیغہ انتظامی کے حکم نامے پر دستخط کئے جس سے سرکاری ٹھیکیداروں کو اقلیتی ملازمین کی تعداد میں اضافہ کے واسطے اثباتی عمل کے تدابیر کا استعمال کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔

اس کے بعد کے سالوں میں کالجوں اور یونیورسٹیوں نے بھی اسی طرح بھرتی تدابیر کو اپنایا اور وقت گزرتے گزرتے افریکن اور لاطینی طلباء کے اندراج کی شرح مسلسل بڑھتی رہی۔ اس طرح کے مساوی مواقع قائم کرنے کی کوششوں کے باوجود اقلیت اور سفید طلباء کے درمیان کالجوں کے اندراج میں فرق رہا۔ تعلیمی شماریات کے نیشنل سنٹر (National Centre and Education Statistics NCES) کے اعداد و شمار کے مطابق 2007 میں 70 فیصد سفید ہائی اسکول گریجوٹوں کا فوری طور کالج میں اندراج ہوا جس کے مقابلے میں 56 فیصد آفریکی امریکن اور 61 فیصد ھسپانوی گریجویٹ تھے۔ NCES کے حالیہ اعداد و شمار میں اس فرق میں کچھ تبدیلیاں بتائی گئی ہیں خاص طور پر افریقی امریکن طلباء کے متعلق۔ تازہ ترین رپورٹ میں پایا گیا ہے کہ 2011 میں 69 فیصد سفید ہائی اسکول گریجوٹوں کا فوری طور پر کالج میں اندراج ہوا جبکہ افریقی امریکن گریجوٹوں میں یہ فیصد 65 اور ھسپانوی گریجوٹوں میں یہ شرح 63 فیصد رہا۔

اثباتی عمل تدابیر اس وجہ سے ضروری ہیں کہ صدیوں کی نسلی، سماجی اور اقتصادی ظلم کی تلافی ہو۔ عام طور پر اعلیٰ سماجی و معاشی پس منظر والے افرادوں کے نسبت ادنیٰ سماجی و معاشی پس منظر والوں کے زیادہ مواقع ملتے ہیں۔ حامیوں کا خیال ہے کہ بعض نسلی یا قومی گروہوں کو نقصان پہنچا ہے کیوں کہ وہ اکثر کم آمدنی والے دیوار گیری میں رہتے ہیں اور اسکے نتیجے میں وہ ان وسائل سے دور رہتے ہیں جو اعلیٰ سماجی و معاشی طبقہ کے پاس موجود ہوتے ہیں۔ پیرو کار قابلیت یا اہلیت کی بنیاد پر طالب علموں کے درمیان مقابلہ کی سوچ کی حمایت کرتے ہیں۔ لیکن اس بات کی بھی دلیل دیتے ہیں کہ اثباتی عمل سے معاشی تفاوت کی تلافی ہوتی ہے۔ لیکن سماجی اخراج صرف ایک تصور ہی نہیں بلکہ ایک عمل بھی ہے۔ بظاہر قدرتی یہ ایک خطرناک طور پر کمزور کرنے والا عمل ہے اس کے ذریعے سے ایک معاشرے کے بعض امتیازی گروہ سماجی تعلقات کو بدلتے ہے۔ دوسروں پر پابندیاں لگاتے ہیں اور انہیں زندگی کو یقینی بنانے کے مواقع سے مسترد رکھتے ہیں۔ یہ عمل آبادی کے ایک بڑے حصہ کو مظلوم رکھ کے انہیں سماج کے بنیادی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی کاموں کے لیے کمزور کرتی ہے۔

اس عمل سے وسائل تک رسائی پر پابندیاں اور ہونے والے نتائج بھی شامل حال ہیں۔ مختصر طور پر سماجی اخراج سے مراد وہ عمل ہ جس سے بعض گروہوں کو مکمل یا جزوی طور پر ایک سماج جس میں وہ رہتے ہیں سے علیحدہ کیا جاتا ہے۔ علیحدگی کے مرکزی عملوں میں منظّم اور نظاماتی امتیازی سلوک، محرومیت اور سلب انسانیت کرنا شامل ہے اور انتہائی ذلت سے انفرادی سماجی اور برادری وقار کی تباہی کا ذریعہ بننا بھی شامل ہے۔ (Pradeep B. Kadon and Ravindra D. Gadkar, 2014; Sen Amartya, 2000; Thorat, Sukhadeo and Katherina S. Newman(eds.), 2010.)

نظریہ سماجی اخراج مختلف اوقات میں مختلف طریقوں میں بیان کیا گیا ہے۔ جو مختلف اداراتی، سیاسی، تاریخی اور جغرافیائی مقامات اور تناظر کی عکاسی کرتا ہے۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ معاشرے کے بعض یا کئی گروہوں کو ہمیشہ کے لئے سماجی طور پر خارج کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ متاثرہ گروہوں کے ساتھ امتیازی سلوک ایک معاشرے سے لے کر دوسرے معاشرے تک یا ایک وقت سے لے کر دوسرے وقت تک، مختلف ہوتا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اخراج کی سطح اور شدت بھی مختلف ہوسکتی ہے۔ مثال کے طور پر کسی ملک میں جنسی امتیازیت ایک بڑے ترقیاتی چیلنج کی شکل اختیار کرسکتا ہے اور کسی دوسرے ملک میں نسلی امتیازی سلوک کی شکل میں مسائل پیدا کرسکتا ہے اور کسی ملک میں یہ ذات پر مبنی تبعیص یا فرقہ وارانہ ماحول یا اقلیت مخالف امتیازی سلوک پیدا کرسکتا ہے۔ اس لئے ایسے لوگ مسلسل امتیازی سلوک، ظلم، تشدد اور اخراج کے شکار ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ہندوستان میں اثباتی عمل پروگراموں کا مقصد یہ ہے کہ ان محروم اور اخراجی گروہوں کو مرکزی جگہ دے کر صدیوں سے ان پر کئے گئے ظلم کا بہتر معاوضہ دیا جائے۔ کبھی کبھار ایک رسوا کن محتاط اور ناگزیر شناخت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اچھوتوں نے عیسایت، بدھ مت یا اسلام قبول کرلیا۔ لیکن ایسے مذہب کو تبدیل کرنے سے بھی ان کو سماجی مساوات کی ضمانت نہیں ملی۔ مثال کے طور پر مردوم شماری کے ایک پرچی کے مطابق ایک گروہ یعنی نوبدھ (Neo-Budhists) وجود میں آ گئے۔ یہ وہی اچھوت تھے جنہوں نے اپنا پرانا مذہب چھوڑ کر بدھ مت قبول کیا تھا۔ چونکہ عام علم کے مطابق یہ بات نمایاں ہے کہ ایسے شخص کی سماجی حالت سنور نے کا یا بہتر ہو جانے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ بہر حال مختلف وجوہات کی بناء پر ہندومت کے ذات پات پر روشنی ڈالی جاتی ہے کیونکہ حقیقتاً یہ ہندوستان میں اثباتی عمل کے پروگراموں میں ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ دیگر مذاہب سے وابستہ نچلے ذات کے لوگ جیسے عیسائی دلت اثباتی عمل کے پروگراموں کا مطالبہ کررہے ہیں۔ لیکن اب تک یہ 'SC' کی شکل میں صرف ہندوؤں تک ہی محدود ہے۔

اس لئے نسل اور ذات کے درمیان فرق کے باوجود بھی دونوں مراحل میں نتائج ایک جیسے ملتے ہیں۔ اثباتی عمل ایک ایسا نظام العمل ہے یا ہوسکتا ہے جس میں تاریخ میں ہوئی ناانصافی کا معاوضہ برپا کیا جاسکتا ہے۔ اور تاریخی طور پر بہت کم اس بات سے متفق ہیں۔ تاہم دور حاضر میں تفاوت اور امتیازی سلوک کی بنیادوں پر اثباتی عمل کے معاملے میں انتہائی تضاد ہیں۔ سماجی اور معاشی امتیازی کی مسلسل موجودگی ان تفاوتوں کو بڑھاوا دیتی ہے۔

وسیع پیمانے پر دیکھا جائے تو ہندوستان میں ریزرویشن کے بارے میں دو دلیلیں ہیں۔ ایک دلیل یہ دیکھنے کی کوشش کرتی ہے کہ تاریخ میں جوان سماجی زمروں پر ظلم ہو چکا ہے۔ اس کی تلافی ہو جائے۔ اور دوسری دلیل ریزرویشن کو شناختی سیاست کا حصہ مانتی ہے۔ یہ ایک قائم شدہ حقیقت کے مطابق

ہندوستان میں منحصر سماج کثیر اخراجیت جیسے تعلیمی، معاشی، سیاسی، تہذیبی، سماجی اور نفسیاتی اخراج کے شکار ہیں۔ 1947ء کے بعد ایسے لوگوں کو ہندوستان کے سماجی، اقتصادی اور سیاسی مقبول رجحانات میں شامل کرنے کے لئے آزاد ہندوستان پُر زور فکر کر رہا ہے۔ حالانکہ اس مقصد کے حصول نے ایک متنازعہ مسلے کی شکل اختیار کی ہے کیونکہ مختلف فرقوں نے اس کے بارے میں مختلف طریقوں سے سوچا ہے۔ اس لئے تاریخ ایسے لوگوں کے ساتھ انصاف کرنا چاہتی ہے۔ اب ہندوستان کے زیادہ تر شہری منحصر سماج اور ریزرویشن کے لئے اثباتی عمل تدابیر سے متعلق اتفاق رائے رکھتے ہیں۔ ایسے خیالات اور اقدامات کے بارے میں ہمیں دوبارہ سوچنا چاہئے۔ اس بحث کی وجہ سے بیان کئے گئے نظریات سے متعلق ہماری سوچ بڑھ گئی۔ علاوہ ازین اس میں عوامی تدابیر کو سانچہ میں ڈالنے کی صلاحیت اور تاریخی احساس بھی ہے۔

منحصر برادری (جس میں مسلمان بھی شامل ہیں) کے لئے اثباتی عمل طبقہ بندی کے بدلتے نمونوں کو کافی وقت سے نمایاں طور پر غیر واضح کرتی ہے۔ سچر کمیٹی رپورٹ(Sachar Committee Report) کے مطابق یہ نظریاتی غلطیاں عوامی بحث اور حکومتی اور تخصیص کار اداروں کے درمیان ہوئی بحثوں کے تناظر میں نمایاں طور پر ظاہر ہو چکی ہیں۔ سچر کمیٹی رپورٹ کے مطابق دور حاضر میں بھی اخراجی گروہوں کے لئے اثباتی عمل کی جوابی کیفیت وہی ہے جو ہندوستان کے آئین مرتب کرنے کے وقت تھی۔

ذات پات ابتدائی دور میں تخصیص کاری پر بنیاد رکھی تھی۔ اور وقت گذرے کے ساتھ اس تخصیص کاری نے ذات پات کی شکل اختیار کی جس میں لوگ مستفیض اور غیر مستفیض آبادی میں تقسیم ہو گئے۔ اور آبادی کا کثیر حصہ کئی پیشوں سے غیر مستفیض یا غیر مقدم زندگی بسر کرنے لگے۔

مجلس علمی کے ارکان، لائحہ عمل بنانے والے اور حکومت اخراجی گروہوں کے مسلے کو حل کرنے کے لئے عملی بحث میں شغول ہیں۔ ہندوستان نے زیرالتوء گروہوں (یعنی OBC, SC, ST خواتین، اقلیت اور جسمانی طور پر ناخیر لوگ) کے لئے یکساں مواقع فراہمی کے تدابیر تیار کئے ہیں۔ اخراجی گروہوں کے لئے بشمول تدابیر کو ایجاد کرنے کے لئے ہمیں ڈاکٹر امبید کر کے نقطہ نظر اور قوت باصرہ سے سبق آموز نصیحتیں ماخوذ کرنی چاہئے۔

’سماجی اخراج‘ کا تصور مختلف اوقات میں کئی تناظر میں مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے بلاشبہ یہ ایک کثیر نظریاتی تصور ہے۔ اس لیے اس کو مختصر مفہوم واضح کرنا مشکل ہے۔ کولنز انگلش ڈکشنری کے مطابق ”سماجی اخراج سماج میں بعض لوگوں کو الگ تھلگ اور غیر ضروری ہونے کا احساس دلا کر لوگوں کو کئی گروہ بنانے کا عمل ہے، اور بعض افراد اور گروہ کو بنیادی حقوق اور فوائد جیسے ملازمت، اطمنان بخش رہائش گاہ، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم و تربیت وغیرہ جن کا عام طور پر ہر انسان استفادہ کرتا ہے۔ ’سماجی اخراج‘ کی اصطلاح کا آغاز مغربی یورپ میں وضع کی گئی ہے۔ یہ اصطلاح فرانس میں ۱۹۷۴ء میں میں وجود میں آگئی۔، جہاں اسے سماجی بندھنوں کی پھوٹ یا بگاڑ بھی کہا جاتا تھا۔ بعد میں یہ کئی یورپی ممالک میں سماجی پالیسی کی منصوبہ بندی میں مرکزی عنوان کے طور پر سامنے آگئی۔

سماجی اخراج کے تصور کو متحدہ یورپ (EU) نے غربت سے متعلق بحث اور بیانات کو مرکزی اہمیت سے دور رکھ کر تیزی سے اپنایا۔ متحدہ یورپ

میں غربت مخالف پروگراموں میں ہوئے بحث ومباحثہ کی وجہ سے سماجی اخراج میں یورپی دلچسپی بہت حدتک بڑھ گئی۔ تیسرے پروگرام کے وقت جوکہ ۹۴-۱۹۹۰ میں منعقد ہوا (جبکہ پہلا پروگرام ۱۹۷۵ء سے ۱۹۸۰ تک عمل میں تھا) سماجی مسئلے کی فہرست غربت سے اخراج میں تبدیل ہوگئی۔ عام بات یہ ہے کہ متحدہ یورپ میں غربت سے متعلق بیانات کا سماجی اخراج سے متعلق بیانات میں تبادلہ ہونا ۱۹۷۰ کی دہائی کے بعد وجود میں آئے۔ ان سب تبدیلیوں کو جدد آزاد خیال نظریہ (neo liberalism) اور ثقافت سے جوڑا گیا۔ (مزید تفصیلات کے لئے Veit-wilson,1998; Byrne,1999; Levitas, 2005; Gangh & ... 2, 2006 دیکھے)۔

کیا ہوجاتا ہے جب کوئی سماجی طور پر علیحدہ کیا جاتا ہے؟ جیسا کہ ہم نے پہلے کئی جگہوں کا حوالہ دے کر اس بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ علیحدگی کے وجوہات ایک ملک سے دوسرے ملک تک مختلف اوقات میں مختلف ہوتے ہیں جو کہ بدلتے ہوئے جغرافیائی تاریخی اور سیاسی حالت کی عکاسی کرتے ہے۔ البتہ لوگوں کی کم ترقی کی وجہ سے نتائج ایک جیسے ہونگے۔ سماجی علیحدگی کی وجہ سے لوگوں کی معشیت اسطرح اثر انداز ہوتی ہے کہ اسے غربت، باخواندگی، خراب صحت، وغیرہ جیسے حالات وجود میں آسکتے ہیں۔ سماجی اخراج زیادہ تر جنس، ذات، مذہب، نسل، رنگ قومیت وغیرہ جیسی شناختوں پر دنیا بھر میں عمل دارآمد ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بھی مشاہدہ کیا ہے کہ سماجی اخراج کی وہ عمل ہے جس میں سماج کا کوئی گروہ اپنے حقوق اور مناسب مواقع سے محروم کیا جاتا ہے کیونکہ ان حقوق اور مناسب مواقع سے غالب طبقے کے لوگ لطف اندوز ہوتے ہیں جسکی وجہ سے علیحدہ طبقے کے لوگ بنیادی سیاسی، اقتصادی معاشرے کے سماجی کاموں میں شامل نہیں ہوسکتے ہیں اور بالآخر یہ غربت اور محرومیت کے شکار ہوجاتے ہیں (S.Thorat et al) سماجی اخراج قدرتی اور باقی مانندہ وسائل کی رسائی سے روکتی ہے اور ان وسائل کو استعمال کرنے کی نااہلی پیدا کرتی ہے۔ مزید اس بات پر تاکید کی جاتی ہے کہ یکساں مواقع کی محرومیت کی وجہ سے سماج میں اخراجی گروہ قدرتی وسائل کی رسائی اور استعمال نہیں پاسکتے ہیں۔ یہ بات صرف وہی محسوس کرسکتا ہے جو ان حالات کے شکار ہوئے ہیں اور ہوجاتے ہیں۔

سچر کمیٹی نے جہاں اس سلسلے کو چھوڑا وہی پہ ذویا حسن نے اس کو اجاگر کر کے منحصر گروہوں کے لئے اثباتی تحفظ تدابیر بنانے پہ زور دیا ہے ان گروہوں کے لئے عوامی اور تعلیمی شعبوں میں ریزرویشن فی الحال ایک متنازعہ مسئلہ بن گیا ہے۔

اگر سماج میں اندرونی پارہ گی امتیازی سلوک اور اخراجیت عملدرآمد ہے تو ثقافتی حقوق کو عملانے کے بغیر سماج میں تعلیمی پسماندگی اور کند ذہنی کیسے ختم کی جائے۔ اگر ایسے مسائل درپیش آجائے تو اس کے لئے ہم مسلم دانشوران کو بھی ذمہ دار ٹھرا سکتے ہیں۔ کیونکہ آزادی کے بعد انہوں نے مدارسوں میں رسمی اور روایتی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیوی اور مروجہ تعلیم کی طرح کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ اور اس طرح ان مدرسوں میں جو نصاب آزادی سے پہلے چل رہا تھا وہی آج بھی چل رہا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ان مدارسوں نے ایسا نصاب اپنایا ہے جسکے بارے میں انکو معلوم ہے اس کے ذریعے ہمیں ملازمت ملنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ مذہبی تعلیم کو حاصل کرنا غلط بات نہیں ہے بلکہ غلط بات یہ کہ اس کی مدد سے ہم سماج کی تعمیر اور وقتی اعتراضات اور مسائل کو جواب نہیں دے سکتے ہیں۔ دیکھا گیا ہے اکثر غریب لوگ اپنے بچوں کو ان مدارس میں داخلہ کراتے ہیں۔ بلاشبہ حکومت کو اس کے بارے میں سوچنا چاہئے۔ لیکن جب ان

معاشروں کے رہنماء بابری مسجد کے مسلے یا ذاتی قوانین کے لئے لوگوں کا استعمال کرتے ہیں تو مدرسوں کے پرانے روایتی اور رسمی نصاب کو بدلنے کے لئے آواز کیوں نہیں اٹھاتے ہیں۔جسکی وجہ سے مسلم معاشرے میں اثباتی عمل کی شکل میں ایک فائدہ مند تبدیلی رونما ہو جائے۔

اخراجی گروہوں کی بہبودی اور بہتری کے لئے ہمیں اپنے معاشرے میں تعلیم اور ملازمت کی شکل وصورت میں اثباتی پیائش یہ صحیح کوشش کرنی چاہئے۔ اس کی وجہ سے معاشرے کے منحصر شعبے ترقی اور جدیدیت کے ذریعے Mainstream شعبے سے جڑ سکتے ہیں۔

منحصر شعبوں کو مسئلہ اخراج ختم کرنا ان کے معاشرے کی پہلی کوشش ہونی چاہئے۔ان کو اس بات پہ سر تسلیم خم کرنا چاہئے کہ اکثریت آبادی کی وجہ سے ہی اقلیت اپنی حیثیت اور رتبے سے محروم ہو جاتی ہے۔ان کو اس بات پہ یقین کرنا ہوگا کہ ملک کی سماجی، سیاسی اور معاشی زندگی میں ان کی بھرپور نمائندگی سے وہ ترقی برابر حقدار بن جائیں گے۔

رنگ نسل اور قومیت کی بنیاد پر کسی شخص یا معاشرے کے ساتھ امتیازی سلوک کرنا نہ صرف اس شخص یا معاشرے کی نقل وحرکت میں رکاوٹ بن جاتی ہے بلکہ اس قوم کے رتبے کو بھی بگاڑ دیتا ہے۔امتیازی سلوک کی وجہ سے معاشرے میں ذہنی پریشانی کے ساتھ ساتھ اقتداری عملے کے ساتھ بھی نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔کیونکہ معاشرے کا آدھا حصہ زیر التواء صورتحال میں رہ جاتا ہے اور باقی ماندہ قوم کے وسائل کا بھرپور استفادہ لیتا ہے۔اقلیت کی غیر انسانی حکومت کو حل کرنے کے لئے (کالے لوگ جو بطور غلام بیچے جاتے تھے، نچلی ذات کے لوگ جن کو بندھے ہوئے مزدور بننے پر مجبور کیا جاتا تھا، وغیرہ) ایک حکمت عملی تیار کرنی چاہئے جسکے ذریعے منحصر شعبوں کو Mainstream معاشرے میں تبدیل کیا جائے۔اس لئے نظریہ اثباتی عمل کی بنیاد اس لئے ڈالی گئی تاکہ غریبوں کے خلاف کئے گئے نسلی امتیاز کا جائزہ لیا جائے۔ بالخصوص ملازمت کی عرضی کے وقت اور نسل رنگ اور قومیت کی بنیاد پر ملازموں کے درمیان فرق نہ کیا جائے۔1961ء میں جان ایف۔کینا ڈی کی حمایت سے نسل پرستی کے بدترین رواج کو جڑ سے اکھاڑنے کے اقدامات اٹھائے گئے۔ جسکی وجہ سے سماج مختلف جوڑ اور مخالفت جماعتوں میں تقسیم ہو گیا۔ اس لئے نسل پرستی کی بنیاد پر سماج میں دو گروہوں کے درمیان بنی ہوئی لکیر کو آئنی اختیارات اور مشروعیت کی مدد سے ختم کیا جائے۔

اثباتی عمل کی خصوصیت کے حوالے سے ہم ہندوستان کے تناظر میں بنیادی اصولوں سے واقف ہو کر اس پر بحث کر سکتے ہیں۔اس کا بنیادی مقصد ان اخراجی گروہوں کو یکساں مواقع فراہمی عطا کی جائے جواب تک اسکول میں
داخلہ لینے سے سرکاری وظیفہ حاصل کرنے سے اور اپنا مستقبل سنوارنے سے محروم کئے گئے ہیں۔ابتدائی دور میں یہ صرف نسلی امتیاز کے متعلق بات کرتا تھا لیکن دھیرے دھیرے اس نے جنس اور معذوری یا نا اہلیت کی بنیاد پر کئے گئے نسلی امتیاز کو بھی اپنے احاطہ مطالعہ میں شامل کیا۔یہ خصوصی مواقع فراہمی اس وقت تک قائم رہنی چاہئے جب تک وہ اخراجی گروہ اپنے حقوق اور خاص رتبہ حاصل نہ کرے۔ایسے اصولوں پر زور دینے کا مطلب یہ ہے کہ صرف جمہوری نظام سے ہی یہ امتیازیت ختم ہو سکتی ہے۔

ہندوستان میں ذات پات، تخصیص کاری کی وجہ سے وجود میں آ گیا ہے۔یہ تخصیص کاری سماج کو آگے بڑھانے اور قائم رکھنے کے لئے شروع کیا

گیا تھا۔ وقت گذرنے کے ساتھ کچھ تعلیم یافتہ لوگوں نے دولت جائیداداور رتبہ حاصل کرنا شروع کیا اور سماج اونچے اور نچلے طبقوں میں تقسیم کر دیا۔ نچلے طبقوں کو اونچے طبقے کے لوگوں کی خدمت اور دیکھ بھال کرنے کا کام دیا گیا۔ بڑے عہدوں اور مال و جائیداد کی وجہ سے اونچے طبقوں نے نچلے طبقوں کو محکوم و مجبور بنا دیا۔ اوران کو معاشرے میں تعلیم، مال و جائیداداور رتبہ جیسی ضروریات سے محروم رکھا گیا۔

حکومت نے معاشرے کے کمزور طبقوں کو راحت دلانے میں اچھا کردار نبھانے کی کوشش کی۔ جسکی وجہ سے شہری علاقوں میں ہمیں کافی ترقی دیکھنے کو ملتی ہے۔ تاہم دیہاتی لوگ ابھی بھی انتہائی امتیازی سلوک سے دوچار ہیں۔ اور بے شک ذات اور مذہب کی بنیاد میں امتیازی سلوک کو ختم کرنے کے لئے ہمیں بہت محنت اور کوشش کرنی پڑے گی۔ علاوہ ازیں سماج میں دائمی تبدیلی لانے کے لئے اور ہر ایک کو برابر سمجھنے کے لئے ہمیں بہت کوششوں کی مدد سے لوگوں کے ذہن بدلنے ہونگے۔ ذات پات ہندوستان کو ترقی یافتہ ملک بننے کے لیے بہت نقصاندہ ثابت ہوچکی ہے۔ اس کے علاوہ انسانیت کے اصولوں کے بھی خلاف ہے۔ یہ قوم کی ترقی کو بھی بہت حد تک روکتی ہے۔ ہندوستان میں لوگوں کو ذات کی بنیاد پہ فرق کرنا ایک معمولی بن گیا ہے۔ جو حقیقتاً بے معنی اور غیر انسانی عمل ہے۔

اصولی طور پر اثباتی عمل کے تدابیر اور پروگرام سب کے لیے مواقع کے مساوات کی وضاحت سے انحراف کرتی ہے۔ تاکہ مستقبل میں تمام شہریوں کو زیادہ اہم مساوات حاصل ہو جائے۔ یہ اثباتی عمل تاریخ میں ناانصافیوں کا مطالعہ کرتا ہے اور لوگوں میں بسے ہوئے پرانے زمانے کی نااہلی اور منظّم ذات پات کو ختم کرنے حربے تلاش کرتا ہے۔ اس کی نظر نہ صرف ماضی پہ ہے بلکہ مستقبل پر بھی ہے کیونکہ ان اخراجی گروہوں کی صورتحال کو سوارنے کے لیے ریزرویشن یا تحفظ کی صلح دی جائے جس کی وجہ سے معاشرہ مساوات انسانی پر قائم ہو جائے جہاں انسان کو حقیقی اور
اصلی صلاحیتوں پر عزت دے دی جائے نہ کہ اس کے کسی خاص گروہ یا ذات کی وابستگی پر۔ تاہم ہمیں اس بات سے بھی واقف رہنا چاہئے اثباتی عمل ہمیشہ کے لئے قائم نہیں رہ سکتی ہے۔ اس عمل سے نہ صرف غیر مستفیدا افرادناپسندید
پس منظر بنائیں گے بلکہ یکساں مواقع فراہمی کے حق میں دلائل بھی وجود میں آجائیں گے۔ جبکہ آئین ہند کے بانی ایسے زیر وحالات سے بخوبی واقف تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کبھی اثباتی عمل کو بحیثیت ایک مستقل خصوصیت نہیں سمجھا۔ دئے گئے حقائق کے مطابق یہ بے حد ضروری ہے کہ اثباتی عمل تدابیر اور پروگرام غیر معمولی اور موئثر طریقے لوگو کیا جائے۔ جبکہ ایسا کرنے کے لیے ابھی بھی کچھ مواقع موجود ہیں۔ ریزرویشن نہ صرف ذات پہ بلکہ غربت اور پسماندگی کی بنیاد پر بھی دینی چاہئے۔ حکومت کو ایسے تدابیر تیار کرنے چاہئے جس میں ترقیاتی ڈی ریزرویشن (de-reservation) ہو۔ اگرچہ ہندوستان نے یکساں تحفظ فراہمی کے اصلوں کی تغیر امریکہ سے لئے ہیں۔ پھر بھی یہ خواتین کے مساوات پر امریکی نقطہ نظر اپنانے سے ناکام رہا۔ چونکہ اس کے دونوں مثبت اور منفی پہلوں ہیں۔ اس لئے یکساں تحفظ کے مسائل پر جو قرارداد پیش ہونگی وہ بہت ہی دلچسپ اور دیکھنے کے قابل ہونگی۔ جیسے کہ ہندوستان اس مسلسل کوشش کے ذریعے ایک دینوی یا غیر مذہبی، جائزہ اور سماجی نظام قائم کرنا چاہتا ہے جو خواتین کی یکسانیت پیش کرے۔ اثباتی عمل نہ کہ ریزرویشن، وقت کی ضرورت ہے۔ فکرگاہوں نے ریزرویشن کے خلاف اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔